چہرے کا پردہ

واجب' مستحب یا بدعت؟(۸)

تحریر: حافظ محمد زبیر

(گزشتہ سے پیوستہ)

چہرے کے پردے کے بارے میں ہمارا مضمون ''چہرے کا پردہ: واجب' مستحب یا بدعت'' کے عنوان سے ماہنامہ ''حکمت قرآن'' کے شمارہ بابت جون ۲۰۰۶ء میں مکمل ہو چکا ہے۔ چہرے کے پردے کے حوالے سے قرآن میں وارد شدہ صریح اور قطعی نصوص کے بارے میں منکرین حجاب جو شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں' ان صفحات میں ہم اُن کا ایک علمی اور تحقیقی جائزہ لیں گے۔ ماہنامہ ''اشراق'' کے مدیر جاوید احمد غامدی صاحب کی ''قانونِ معاشرت'' کے نام سے ایک سی ڈی ہاتھ لگی جو کہ چہرے کے پردے کے حوالے سے غامدی صاحب کے پانچ عدد لیکچرز پر مشتمل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان لیکچرز میں حقائق کے برخلاف سطحی اور غیر معیاری قسم کے مواد کو علم و تحقیق کے نام سے جس وثوق سے پیش کیا گیا ہے' یہ انداز دبستان شبلی کے کسی نمائندہ کو زیب نہیں دیتا۔ غامدی صاحب کے یہ لیکچرز سن کر ہمیں ان کی وہ ''تحریر'' یاد آ رہی تھی جو انہوں نے آج سے تقریباً ستائیس سال پہلے پروفیسر طاہر القادری صاحب کی ''سورۃ الضحیٰ'' پر ایک تقریر پر نقد کرتے ہوئے ماہنامہ اشراق میں شائع کی تھی۔ تقاریر پر نقد و جرح اگر ہمارے نزدیک روا ہوتی تو ہم غامدی صاحب کے ان لیکچرز میں موجود خلاف واقعہ باتوں پر ایک پوری کتاب لکھ دیتے۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تقاریر و بیانات میں انسان تحریر کی نسبت زیادہ غیر محتاط ہوتا ہے' خصوصاً جبکہ سامعین طبقۂ جہلاء سے تعلق رکھتے ہوں۔ غامدی صاحب اپنی تحریر میں محتاط ہیں اور علمی انداز میں گفتگو کرتے ہیں تو کم از کم حوالے تو نقل کر ہی دیتے ہیں جو کہ ایک اچھی روش ہے' اگرچہ خود اُن کو

بھی بات پوری طرح سمجھ نہ آ رہی ہو۔ ہم اپنی اس تحریر کے ذریعے انہیں صرف اتنی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ تحریر کی طرح ان کے بیانات میں بھی ربع صدی کے مطالعے کی کچھ نہ کچھ جھلک تو نظر آنی چاہیے۔ بغیر کسی ریفرنس کے ثابت شدہ حقائق کے خلاف دعوے کرنا قرآن کے کسی طالب علم کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ذیل میں ہم غامدی صاحب کے لیکچرز کا تفصیلی، تحقیقی وتجزیاتی جائزہ لینے کی بجائے اس نتیجے پر بحث کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے پانچ گھنٹے کا قیمتی وقت ضائع کرنے کے بعد نکالا۔

پہلا شبہ :

غامدی صاحب نے اپنے پانچ گھنٹے کے لیکچرز کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ اُمت مسلمہ میں چہرے کے پردے کے بارے میں تین قسم کے نقطہ ہائے نظر رائج رہے ہیں۔ ایک یہ کہ محرم رشتہ داروں کے علاوہ باقی ہر ایک سے عورت پردہ کرے گی اور اس کے لیے اجنبی افراد سے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ یہ موقف اُمت مسلمہ میں مولانا مودودی نے پیش کیا۔ دوسرا موقف سلف صالحین کا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے لازم نہیں ہے' تمام سلف صالحین بشمول ابن تیمیہ اور احناف کے سب کا موقف یہی ہے' اگر پچھلوں میں چہرے کے پردے کے وجوب کا کوئی قائل ہے بھی تو وہ کچھ غیر معروف لوگ ہیں۔ تیسرا موقف میرا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ چہرے کا پردہ بہتر بھی نہیں ہے۔

جواب شبہ :

جہلاء کے مجمع میں تو علم وفضل کے ایسے موتی بکھیرے جاسکتے ہیں' لیکن استدلال وتحقیق کی دنیا میں غامدی صاحب کے اس بیان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے مولانا مودودی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عام مسلمان عورتوں کے لیے اجنبیوں سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیا ہے۔ اگر غامدی صاحب ایک نظر اس سلسلة الذهب **(غامدی عن اصلاحی عن فراهی عن شبلی عن سر سید)** کی طرف بھی کر لیتے' جس سے' بقول ان کے' انہوں نے اپنا یہ دین حاصل کیا ہے' تو ان پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی کہ دبستانِ شبلی کا ہر ایک امام عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو اسی طرح واجب قرار دے رہا ہے جس طرح مولانا مودودی' بلکہ مولانا مودودی سے بھی قدرے بڑھ کر غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی صاحب۔ آیت جلباب کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہی جلباب ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقعے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقع کو اس زمانے کے دلدادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیں تو دیں لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی برخود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسول سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہوں۔''

اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے استاذ امام حمید الدین فراہی حجاب کے مسئلے پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حجاب کے مسئلہ میں تفاسیر اور فقہ میں پوری توضیح موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ میری رائے میں نظم قرآن پر توجہ نہ کرنے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ ایسی قدیم غلطیوں کا کیا علاج کیا جائے۔ کون سنتا ہے کہانی میری' اور پھر وہ بھی زبانی میری۔ فقہاء اور مفسرین کا گروہ ہم زبان ہے مگر صحابہؓ اور تابعین زیادہ واقف تھے۔ انہوں نے ٹھیک سمجھا ہے مگر متأخرین حضرات نے ان کا کلام بھی نہیں سمجھا۔ بہر حال الحق أحق اَنْ یُتَّبع ۔ میں اس مسئلے پر مطمئن ہوں اور میرے نزدیک اجنبی سے پورا پردہ کرنا واجب ہے اور قرآن نے یہی حجاب واجب کیا ہے جو شرفاء میں مروج ہے' بلکہ اس سے قدرے زائد۔ ذرا مجھے طاقت آئے تو مفصل مضمون آپ کی خدمت میں بھیجوں''۔ (۱)

اسی طرح مولانا حمید الدین فراہی صاحب کے رہنما اور استاد جناب مولانا شبلی نعمانی چہرے کے پردے کے وجوب پر مولوی امیر علی کے خلاف اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''پردے کے متعلق تمام دنیا میں مسلمانوں کا جو طریق عمل رہا ہے وہ یہ تھا کہ کبھی کسی زمانہ میں عورتیں بغیر برقع اور نقاب کے باہر نہیں نکلتی تھیں اور نامحرموں سے ہمیشہ منہ چھپاتی تھیں' یہاں تک کہ یہ امر معاشرت کا سب سے مقدم مسئلہ بن گیا تھا''۔ (۲)

اسی قسم کے خیالات کا اظہار مولانا شبلی کے راہنما اور دیرینہ ساتھی جناب سر سید احمد خان صاحب کے بارے میں منقول مختلف واقعات میں ان کے حوالے سے ہوا ہے۔ دبستان شبلی کا ہر امام اس بات پر زور دے رہا ہے کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم ہے' جبکہ غامدی صاحب کا اصرار یہ ہے کہ میرے یہ تمام ائمہ غلط تھے اور میری رائے درست ہے اور وہ یہ کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ تو کجا سر ڈھانپنا بھی لازم نہیں ہے۔ المورد کی ویب سائٹ پر اربابِ اشراق کے فتاویٰ جات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جبکہ المورد

کا کوئی سر پھرا اسکالر یہ دعویٰ کر لے کہ حجاب کے مسئلے میں استاذ امام جاوید احمد صاحب کو غلطی لگی ہے' قرآن (سورۃ النور) میں تو صرف سینے اور شرم گاہوں کے ڈھانپنے کا تذکرہ ہے' اس کے علاوہ جسم کا چھپانا عورت کے لیے لازم نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک!

جہاں تک غامدی صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ سلف صالحین کا موقف یہ تھا کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے لازم نہیں ہے' اور مولانا مودودی نے سب سے پہلے اس کو لازم قرار دیا ہے' قطعاً غلط بلکہ سلف صالحین کی آراء سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ سلف صالحین میں سے صحابہ و تابعین سب چہرے کے پردے کے لزوم کے قائل تھے' جیسا کہ مولانا حمید الدین فراہی نے لکھا ہے' جبکہ فقہاء میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء فتنے کے سبب سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں' جبکہ بعض دوسرے فقہاء عورت کے چہرے کو اس کے ستر میں شمار کرتے ہیں اور نص سے چہرے کے پردے کا اثبات کرتے ہیں۔ مؤخر الذکر طبقہ میں امام احمدؒ ایک رائے کے مطابق امام مالکؒ امام غزالیؒ امام قرطبیؒ امام ابن العربیؒ علامہ ابن تیمیہؒ علامہ ابن القیمؒ ابن کثیرؒ امام امیر صنعانیؒ ابن حجر عسقلانیؒ امام بیضاویؒ علامہ ابن الجوزی وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ نے صریحاً عورت کے لیے چہرے کے پردے کو نصاً واجب قرار دیا ہے۔ ان حضرات کی آراء کو ہم اپنے مستقل مضمون میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ کیا یہ تمام جلیل القدر ائمہ غامدی صاحب کے نزدیک غیر معروف علماء ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر اُن کے نزدیک معروف علماء کون ہیں؟ ان کے اپنے ائمہ ثلاثہ' جن کا موقف ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں؟

غامدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک موقف خود اُن کا ہے اور وہ یہ کہ چہرے کا پردہ لازم تو کیا بہتر بھی نہیں ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ غامدی صاحب کا یہ موقف ایسا ہے کہ جس کو پیش کرنے کا شرف اُمتِ مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ غامدی صاحب کو حاصل ہوا ہے۔ غامدی صاحب کے اس موقف کی بنیاد وہ کہانی ہے جس پر انہوں نے اپنے لیکچرز کے دوران اپنا پورا ایک گھنٹہ ضائع کیا ہے۔ عصر حاضر کے تقریباً سب منکرینِ حجاب اس کہانی کو کچھ اختلاف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر القرون میں ایک مسلمان عورت آج کی نسبت زیادہ غیر محفوظ تھی' وہاں تو عورتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں' اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں مدینہ میں فساق کی کثرت تھی جو عورتوں کو چھیڑنے کے لیے راستوں پر بیٹھے ہوتے۔ گویا منکرین حجاب کے کہنے کے مطابق آج کل کے معاشرے خیر القرون کے

معاشروں کی نسبت زیادہ مہذب اور پاکیزہ ہیں۔ ان کے نزدیک آج عورت کی عزت کو اتنا خطرہ نہیں ہے یا آج اس کو اتنا نہیں ستایا جاتا جتنا کہ خیر القرون میں ستایا جاتا تھا' اس لیے خیر القرون کے ''فاسق معاشروں'' کے لیے (معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ' نقل کفر کفر نہ باشد) تو حجاب کے حکم کی ضرورت تھی' آج کل کے ''پاکیزہ معاشروں'' میں حجاب کے حکم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اِنَّا للہ و اِنّا الیہ راجعون! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ابتدائی مدنی دَور میں دو چار واقعات ایسے ضرور ہوئے ہیں' لیکن منکرینِ حجاب ان واقعات کا حوالہ دے کر ایک ایسی منظر کشی کرتے ہیں کہ جس سے ایک عام آدمی کو یہی تأثر ملتا ہے کہ آج کل کا ماحول اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی نسبت زیادہ پاکیزہ اور بہتر ماحول ہے' لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں تو عورتوں کو حجاب کی ضرورت تھی' آج نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے بھی سورۃ الاحزاب کی تفسیر میں حکم حجاب کو اڑانے کے لیے یہی کہانی تراشی ہے۔
ہم غامدی صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جب کہ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا' کیا اسلام کے اس غلبے کے بعد کسی آزاد مسلمان عورت کو کسی فاسق کی طرف سے ستانے یا تکلیف پہنچانے کا کوئی سوال پیدا ہوتا تھا؟ گویا جس کہانی کو آپ حکم حجاب کی بنیاد بنا رہے ہیں وہ کہانی تو فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد صحابیات نے اپنے جلباب اتارے نہیں بلکہ جلباب اوڑھنے کے حکم پر اسی پابندی کے ساتھ عمل کرتی رہیں جس پابندی سے وہ فتح مکہ سے پہلے کرتی رہی تھیں۔ بعینہٖ یہی معاملہ تابعیات کا بھی تھا۔ وہ عام حالات تو کجا' خاص حالات میں بھی (کہ جن میں ایک مسلمان عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز ہے' مثلاً حالتِ احرام) اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ کا قول ہے:

> **کنّا نغطی وجوھنا من الرجال وکنا نمتشط قبل ذلك فی الاحرام**[3]
>
> ''ہم اس سے پہلے حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو مَردوں سے ڈھانپتی تھیں اور کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔

اسی طرح فاطمہ بنت منذر (ایک تابعیہ) کا قول ہے کہ انہوں نے کہا:

> **کنا نخمر وجوھنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصدیق**[4]
>
> ''ہم حالت احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت

ابی بکر صدیق ؓ کے ساتھ ہوتی تھیں۔''

غامدی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابیات اور تابعیات کو تو' جن کو یہ حکم دیا گیا' یہ بات سمجھ نہ آئی کہ یہ ایک وقتی اور تدبیری حکم ہے' جبکہ چودہ سو سال بعد غامدی صاحب پر یہ نکتہ منکشف ہوا ہے کہ یہ حکم عارضی تھا۔ متقدمین احناف کے بارے میں غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ وہ چہرے کے پردے کے عدم وجوب کے قائل تھے۔ فقہائے احناف کا موقف ہم تفصیلاً اپنے مضمون میں بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا شبہ:

غامدی صاحب نے کہا ہے کہ آیت مبارکہ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ﴾ میں (چہرے کے پردے کا) جو حکم دیا گیا ہے وہ ایک وقتی تدبیر اور عارضی حکم ہے' جیسا کہ قرآن کے سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے۔

جواب شبہ:

ہمارا خیال یہ ہے کہ غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی ان سے زیادہ قرآن کے سیاق و سباق سے واقف ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں' جس میں غامدی صاحب کے اس شبہے کا ردّ ہے' کہ:

> ''﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ﴾ اس ٹکڑے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایک وقتی تدبیر تھی جو اشرار کے شر سے مسلمان خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے اختیار کی گئی اور اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اوّل تو احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں سب محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں' لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ جن حالات میں یہ حکم دیا گیا تھا کیا کوئی ذی ہوش یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس زمانے میں حالات کل کی نسبت ہزار درجہ زیادہ خراب ہیں' البتہ حیا اور عفت کے وہ تصورات معدوم ہو گئے جن کی تعلیم قرآن نے دی تھی۔''(۵)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کہ جنہوں نے بقول غامدی صاحب کے اُن کو قرآن کے سیاق و سباق اور نظمِ قرآن کی تعلیم دی' وہ ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ﴾ کو بنیاد بنا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کو عارضی اور تدبیری حکم سمجھنا غلط ہے۔ اور اس کے لیے دلیل کے

طور پر انہوں نے ایک اصول بیان کیا جس اصول کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غامدی صاحب نے اپنے استادامام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ ان سے بھی اس مسئلے میں غلطی ہوئی ہے۔مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے یہ اُصول بیان کیا کہ''احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں وہ محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں' لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں گے''۔ یہاں استاذ امام اپنے تلمیذ رشید جاوید احمد غامدی صاحب کو جو اصول سمجھانا چاہتے ہیں اسے اصولیین ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''**العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب**'' کہ قرآن وسنت کی تشریح وتفسیر کرتے وقت اصل اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا نہ کہ سبب نزول کا۔

تیسرا شبہ :

پروفیسر خورشید عالم صاحب نے ہمارے مضمون کے جواب میں آیۂ جلباب کی تفسیر میں مروی ابن سیرین کے قول کے بارے میں لکھا ہے کہ اس اثر پر عصر حاضر کے سب سے بڑے محدث نے بحث کی ہے اور **جلباب المرأة المسلمة** میں اس کی قلعی کھول دی ہے۔

جواب شبہ :

جس کثرت سے پروفیسر صاحب علامہ البانی کی تقلید میں بغیر کسی تحقیق کے ان کے حوالے نقل کرتے چلے گئے ہیں اس کے بارے میں ہمارا پروفیسر صاحب کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اگر وہ اس موضوع پر واقعتاً کوئی تحقیقی اور علمی نوعیت کا کام کرنا چاہتے ہیں تو علامہ البانی کی کتاب''**الرد المفحم**'' کا ترجمہ ہی کر دیں۔ پروفیسر صاحب کو چاہیے کہ ہر مسئلے میں علامہ البانی کی تحقیق پر اعتماد کی بجائے خود بھی کچھ محنت کر لیا کریں۔ علامہ البانی نے ابوعبیدہ السلمانی کے اثر کے بارے میں جو بحث کی ہے' ہمارے نزدیک علامہ البانی کی وہ بحث اور اس کے نتائج صحیح نہیں ہیں۔علامہ البانی نے اس اثر پر درج ذیل اعتراضات وارد کیے ہیں:

ا) علامہ البانی کا پہلا اعتراض

علامہ البانی اس روایت کے بارے میں **الرد المفحم** میں لکھتے ہیں:

وبيان ضعفه من وجوه ' انه مقطوع موقوف فلا حجة فيه لان عبيدة السلماني تابعي اتفاقا[٦]

''اس روایت کے ضعف کی مختلف وجوہات ہیں' جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ روایت

مقطوع موقوف ہے اس لیے حجت نہیں ہے' کیونکہ عبیدہ السلمانی کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تابعی تھے۔''

جواب اعتراض:

عبیدہ السلمانی کے حوالے سے جن مفسرین یا علماء نے اس اثر کو نقل کیا ہے وہ اسے مقطوع ہی کہتے ہیں۔ مقطوع روایت وہ ہوتی ہے کہ جس میں کسی قول یا فعل کی نسبت کسی تابعی یا اس سے نچلے طبقے کے کسی راوی کی طرف ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبیدہ السلمانی تابعی ہیں اور اس اثر کی سند عبیدہ السلمانی تک صحیح ہے۔ اس لیے ہم نے اس روایت کو آثارِ صحابہ و تابعین کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک جلیل القدر تابعی نے قرآن کی اس آیت کا مفہوم کیا سمجھا ہے' یا ان سے فیض پانے والے تابعین اور تبع تابعین نے اس آیت مبارکہ کا کیا معنی بیان کیا ہے۔ لہٰذا علامہ البانی کا اعتراض اس وقت بجا ہے جبکہ اس روایت کو مرفوع بیان کیا جائے۔ جبکہ مفسرین نے اسے مقطوع ہی بیان کیا ہے تو پھر علامہ البانی کا اعتراض بے جا ہے' لہٰذا یہ روایت مقطوع صحیح ہے۔

۲) علامہ البانی کا دوسرا اعتراض

علامہ البانی اس اثر کے بارے میں دوسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں اضطراب ہے:

انهم اضطربوا فی ضبط العین المکشوفة فیه فقیل "الیسری" کما رأیت وقیل "الیمنی" وهو روایة الطبری وقیل "احدی عینیه" وهی روایة اخری له ومثلها فی "احکام القرآن" للجصاص وغیرهما ذکره ابن تیمیه فی الفتاوی...... لا یظهر الا عیونهن لاجل رؤیة الطریق(۷)

''اس روایت کو بیان کرنے والوں کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کون سی آنکھ کھلی رہے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ عورت اپنی بائیں آنکھ کھلی رکھے گی' دوسرا قول یہ ہے کہ دائیں آنکھ۔ اور یہ طبری کی روایت ہے اور طبری کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کھلی رکھے گی۔ یہ روایت جصاص نے احکام القرآن میں بھی بیان کی ہے۔ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں جو روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھے گی تاکہ راستے کو دیکھ سکے۔''

جواب اعتراض:

حدیث مضطرب کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود الطحان لکھتے ہیں:

انه لا یسمی الحدیث مضطرباً الا اذا تحقق فیه شرطان وهما :

۱) اختلاف روایات الحدیث بحیث لا یمکن الجمع بینها

۲) تساوی الروایات فی القوة بحیث لا یمکن ترجیح روایة علی اخری اما اذا ترجحت احدی الروایات علی الاخری او امکن الجمع بینها بشکل مقبول فان صفة الاضطراب تزول عن الحدیث[۸]

''کسی بھی حدیث کو اس وقت تک مضطرب نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں۔ ایک تو یہ ہے کہ باہم متعارض روایات کا اختلاف ایسا ہو کہ ان کے درمیان کسی صورت میں بھی جمع ممکن نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایات قوت میں اس طرح مساوی ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ لیکن جب معاملہ ایسا ہو کہ ان باہم متعارض روایات میں ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو یا ان کے درمیان جمع کی کوئی مقبول صورت نکل سکتی ہو تو اس حدیث سے اضطراب کی علت ختم ہو جاتی ہے۔''

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس اثر کو بیان کرنے میں مختلف راویوں نے جو اختلاف کیا ہے اس میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔ جمع کی صورت تو یہ ہے کہ اس اثر کو بیان کرنے میں راویوں کا جو اختلاف ہے اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نفس مسئلہ ممکن حد تک چہرے کو چھپانا ہے۔ اب چہرے کو چھپانے سے ایک مسئلہ پیدا ہوا کہ عورت راستہ کیسے دیکھے گی۔ تو اس کے لیے بعض راویوں نے دائیں آنکھ‘ بعض نے بائیں اور بعض نے دونوں کا تذکرہ کر دیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف اوقات میں ابن سیرین سے مختلف اقوال منقول ہوں۔ کیونکہ ان اقوال میں جو تعارض ہے وہ تضاد کا تعارض نہیں ہے۔ نفس مسئلہ میں سب راوی متفق ہیں کہ چہرے کو چھپانا چاہیے‘ اختلاف اس میں ہے کہ عورت راستہ دیکھنے کے لیے دائیں آنکھ کھولے گی یا بائیں یا دونوں۔ ہماری نظر میں ان تینوں صورتوں کی گنجائش موجود ہے‘ اور تینوں اقوال میں سے کسی قول کو بھی اختیار کرنے پر نفس مسئلہ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ ترجیح کی صورت یہ ہے کہ ہم نے جو روایت بیان کی وہ روایت مسلسل ہے اور کسی روایت کا مسلسل ہونا راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور راویوں کے ضبط کی زیادتی وجوہات ترجیح میں سے ایک وجۂ ترجیح ہے جس کی بنیاد پر کسی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح دی جا سکتی

ہے۔

ڈاکٹر محمود الطحان روایت مسلسل کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من فوائده اشتماله علی زیادة الضبط من الرواة (۹)

''اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابوعبیدہ السلمانی سے مروی مختلف روایات میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔ جب جمع اور ترجیح ممکن ہو تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے علامہ البانی کا اعتراض صحیح نہیں۔

۳) علامہ البانی کا تیسرا اعتراض

علامہ البانی ابن سیرین کی اس روایت پر تیسرا اعتراض وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مخالفة لتفسیر ابن عباس للآیة کما تقدم بیانه فما خالفه مطرح بلاشك (۱۰)

''یہ قول ابن عباس کی تفسیر کے مخالف ہے' جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جو قول بھی ابن عباس کے قول کے مخالف ہوگا وہ مردود ہے (ابن عباس کے قول سے علامہ البانی کی مراد یہ قول ہے: **ان یشددن جلابیبهن علی جباههن**)۔''

جواب اعتراض:

علامہ البانی کا یہ اعتراض بھی بوجوہ درست نہیں ہے:

ا) ابن عباس کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اور علامہ البانی نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔ علامہ البانی ابن جریر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وقال آخرون بل أمرن ان یشددن جلابیبهن علی جباههن" وهذا وان کان اسناده ضعیفا فانه ارجح من الاول لامور (۱۱)

''بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی چادریں اپنی پیشانی پر اچھی طرح باندھ لیں۔ اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن یہ ابن عباس کے دوسرے قول سے چند امور کی وجہ سے راجح ہے''۔

ب) خود ابن عباسؓ سے ''آیۂ جلباب'' کی تفسیر میں جو اقوال مروی ہیں ان میں اختلاف ہے' اس لیے ابن عباس کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے جب کہ خود اس قول میں (علامہ

البانی کے بقول) تعارض موجود ہو؟ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں ابن عباس کے دونوں اقوال نقل کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

۱) **حدثنی علی قال حدثنا ابو صالح قال حدثنی معاویة عن علی عن ابن عباس قوله ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ امر اللّٰہ نساء المؤمنین اذا خرجن من بیوتهن فی حاجة ان یغطین وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابیب ویبدین عینا واحدة** (۱۲)

''مجھ سے علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابوصالح نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے معاویہ نے بیان کیا' وہ علی سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام سے گھر سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہرے کو اپنے سر کے اوپر سے چادر لٹکا کر ڈھانپ لیں اور اپنی ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''

۲) **حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی ابی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابیه عن ابن عباس قوله ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ...... وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ قال کانت الحرة تلبس لباس الأمة فامر اللّٰهُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ وادناء الجلباب ان تقنع وتشد علی جبینها** (۱۳)

''مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' وہ اپنے باپ سے اور وہ ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ سے لے کر ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ تک کے بارے میں ابن عباسؓ نے کہا کہ آزاد عورتیں لونڈیوں جیسا لباس پہنتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیا کہ وہ اپنے جلباب لٹکا لیا کریں۔ جلباب کو لٹکانے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اچھی طرح اپنی پیشانی پر باندھ لیں''۔

علامہ البانی نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرا قول پہلے قول کی نسبت زیادہ ضعیف ہے جس میں سوائے پہلے اور آخری راوی کے' درمیان میں کسی راوی کے نام تک کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن

عباس سے مختلف اقوال مروی ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا حجت ہونا کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔

ج) حقیقت یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے یہ دونوں اثر باہم متعارض نہیں ہیں' بلکہ ایک ہی معنی اور مفہوم کو بیان کر رہے ہیں۔ ابن عباس کا پہلا قول بھی چہرہ چھپانے کے بارے میں ہے اور دوسرا قول بھی چہرہ چھپانے ہی کے بارے میں ہے۔ ''تَقَنَّعَ'' کے لغوی مفہوم میں چہرہ چھپانا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے:

ان ترخی المرأة بعض جلبابها علی وجهها' تتقنع' حتی تتمیز من الأمة(١٤)

''کہ عورت اپنے جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکائے گی' یعنی گھونگھٹ نکال لے گی' تاکہ آزاد عورت کی لونڈی سے تمیز ہو سکے۔''

اسی طرح عبیدہ السلمانی کے اثر میں ہے:

قال ابن عون :بردائه فتقنع به ' فغطی أنفه وعینه الیسری واخرج عینه الیمنی وادنی رداءه من فوق حتی جعله قریبا من حاجبه او علی الحاجب (١٥)

''ابن عون نے اپنی چادر لی اور اس کا نقاب بنالیا' اپنی ناک اور بائیں آنکھ ڈھانپ دی جبکہ دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو سر سے نیچے کیا' یہاں تک کہ اس کو ابرو تک کیا یا ابرو کو بھی چھپالیا۔''

ابن حجر عسقلانی' بخاری کی ایک روایت ''اَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله (مُقَنّع) بفتح القاف والنون المشددة وهو کنایة عن تغطیة وجهه بآلة الحرب

''مُقَنَّع'' قاف کی فتحہ اور نون کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس شخص نے اپنا چہرہ آلاتِ حرب سے ڈھانپ رکھا تھا''۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابنِ عباس کے دونوں قول ایک ہی معنی میں ہیں اور وہ معنی چہرے کو چھپانا ہے۔ جب ابن عباس کے قول کا یہ معنی متعین ہو گیا تو ابن عباس کے قول اور ابن سیرین کے قول میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ لہٰذا علامہ البانی کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ ابن سیرین کا قول

ابن عباس کے قول کے مخالف ہے۔ اس اثر پر علامہ البانی کے تمام اعتراضات کا ہم نے مدلل جواب دے دیا۔ پروفیسر خورشید صاحب سے درخواست ہے کہ اگر ان کے پاس اس اثر کے حوالے سے کوئی اور اعتراض ہو تو اسے پیش کریں۔

چوتھا شبہ:

پروفیسر خورشید عالم صاحب نے ہمارے مضمون پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ ہم نے آیۂ جلباب کے بیان میں تو مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں لیکن سورۃ النور کی آیت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے بیان میں مفسرین کے اقوال نقل نہیں کیے۔ پروفیسر موصوف نے اپنے مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آیۂ جلباب اور سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال میں تعارض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں مفسرین کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ مفسرین نے آیت جلباب اور سورۃ النور کی آیت کو مختلف اعتبارات سے جمع کیا ہے' جس کی چند ایک مثالیں ہم یہاں پیش کیے دیتے ہیں۔

پہلی جمع :

بعض مفسرین نے چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کرتے ہوئے آیت جلباب سے مراد چہرے کے پردے کا وجوب لیا ہے اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے کپڑے' انگوٹھی' سرمہ' خضاب وغیرہ کی زینت (ایسی زینت کہ جس کا ظہور چہرہ چھپانے کے منافی نہ ہو) مراد لی ہے۔ مثلاً:

۱) <u>حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر</u>: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے لیے ہیں۔ جیسے:

عن عبد اللّٰہ بن مسعود ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ﴾ قال لا خلخال ولا شنف ولا قرط ولا قلادۃ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثیاب [۱۶]

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنی پازیب' بالیاں اور ہار وغیرہ ظاہر نہ کریں' اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے ہیں''۔

۲) <u>تفسیر بیضاوی</u>: امام بیضاوی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولۃ الاشیاء کالثیاب والخاتم فان سترھا حرجا وقیل المراد بالزینۃ مواضعھا علی حذف المضاف او ما یعم المحاسن الخلقیۃ

والتزينية والمستثنى هو الوجه والكفان لانها ليست بعورة والأظهر ان هذا في الصلاة لا في النظر فان كل بدن الحرة عورة لا يحل لغير الزوج والمحرم النظر الى شيء منها الا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة(۱۷)

''﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے وہ کچھ مراد ہے جو مختلف اشیاء کے استعمال کے وقت ظاہر ہو جائے' مثلاً کپڑے اور انگوٹھی' کیونکہ ان کو چھپانے میں بہت زیادہ تنگی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہیں اور یہاں پر مضاف محذوف ہے' یا زینت سے مراد عام زینت ہے جس میں پیدائشی محاسن اور میک اپ دونوں شامل ہیں' اور استثناء سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں' کیونکہ یہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ دوسرا قول نماز کے ستر کے بارے میں ہے نہ کہ نظر کے ستر کے بارے میں' کیونکہ آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے' شوہر کے علاوہ کسی اجنبی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھے سوائے ضرورت کے' مثلاً علاج معالجے کے لیے یا گواہی لینے کے لیے۔''

۳) تفسیر زاد المسیر: علامہ ابن جوزی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفيه سبعة اقوال احدها انها ثياب رواه ابو الاحوص عن ابن مسعود وفي لفظ آخر قال هو الرداء ...... والقول الاول أشبه وقد نص عليه احمد فقال الزينة الظاهرة الثياب وكل شيء منها عورة حتى الظفر ويفيد هذا تحريم النظر الى شيء من الاجنبيات لغير عذر فان كان لعذر مثل ان يريد ان يتزوجها أو يشهد عليها فانه ينظر في الحالين الى وجهها خاصة فاما النظر اليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء في ذلك الوجه والكفان وغيرهما من البدن(۱۸)

''﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے بارے میں سات اقوال مروی ہیں۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ یہ قول ابوالاحوص نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے اس قول کی بعض دوسری روایات میں چادر کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں ...... پہلا قول صحیح ہے اور امام احمد سے اسی کی صراحت ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں' کیونکہ عورت کا سارا جسم حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی

اس کے ستر میں داخل ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے' اگر کسی عذر کی وجہ سے دیکھے' مثلاً اس سے نکاح کرنے کے لیے' یا اس کے بارے میں گواہی دینے کے لیے' تو ایسی صورت میں بھی صرف اس کے چہرے کو ہی دیکھے گا۔ بغیر عذر کے عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے چاہے شہوت ہو یا نہ ہو۔ اور اس مسئلے پر چہرہ' دونوں ہاتھ اور باقی جسم سب کا ایک ہی حکم ہے۔''

۴) روائع البیان فی احکام القرآن: علامہ صابونی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وجميع هذه النصوص تفيد حرمة النظر الى الاجنبية ولا شك ان الوجه فما لا يجوز النظر اليه فهو اذا عورة (۱۹)

''ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے''۔

۵) تفسیر ابن کثیر: امام ابن کثیر ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای لا يظهرن شيئا من الزينة للاجانب الا ما لا يمكن اخفاء ہ قال ابن مسعود كالرداء والثياب ...... وقال ابن عباس وجهها وكفيها والخاتم وهذا يحتمل ان يكون تفسيرا للزينة التى نهين عن ابدائها كما قال ابن مسعود الزينة زينتان فزينة لا يراها الا الزوج' الخاتم والسوار وزينة يراها الأجانب وهي الظاهر من الثياب (۲۰)

''اجنبی مَردوں کے سامنے عورتیں کسی بھی قسم کی زینت کا اظہار نہ کریں سوائے اِس کے کہ جس کو چھپانا ناممکن ہو۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ اس سے مراد چادر یا کپڑے ہیں...... جبکہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد عورت کا چہرہ' دونوں ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ ابن عباسؓ کے اس قول میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابن عباس نے زینت کی جو تعریف کی ہے وہ (زینت ظاہرہ کی بجائے) اس زینت کے بارے میں ہے کہ جس کو ظاہر کرنے سے عورتوں کو منع کیا گیا۔ جیسا کہ ابن مسعود کا قول ہے کہ زینت دو قسم کی ہے: ایک وہ کہ جس کو دیکھنا سوائے شوہر کے اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے' وہ انگوٹھی اور کنگن ہیں' اور ایک زینت وہ ہے کہ جس کی طرف دیکھنا اجنبی مردوں

کے لیے جائز ہے اور اس سے مراد کپڑوں کی ظاہری زینت ہے۔''

٦) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولة الاشياء كالثياب والخاتم فان في سترها حرجا ...... فاستثناء الوجه والكفين من عورة الحرة ليس الا لأجل الصلاة ويدل على عدم جواز بداء المرأة وجهها قولهٗ تعالىٰ : ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ (٢١)

''﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد یہ ہے کہ مختلف اشیاء کو استعمال کرتے وقت کپڑے یا انگوٹھی ظاہر ہو جاتی ہے' کیونکہ اُن کے چھپانے میں تنگی و مشقت ہے..... استثناء سے جو آزاد عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں اس سے مراد نماز میں عورت کا ستر ہے پس (عام حالات میں) عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط﴾۔''

٧) تفسیر کلام المنان المعروف بتفسیر سعدی: علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أي الثياب الظاهرة التي جرت العادة بلبسها اذا لم يكن في ذلك ما يدعو الى الفتنة (٢٢)

''﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد وہ ظاہری کپڑے ہیں کہ جن کو عام طور پر پہنا جاتا ہے' جب تک کہ ان کپڑوں میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ فتنے کا باعث ہو (یعنی کپڑے بھی سادہ ہونے چاہئیں)۔''

٨) اُیسر التفاسیر: شیخ ابوبکر جابر الجزائری ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فما لا يمكنها ستره واخفاء ه كالكفين عند تناول شيء او اعطائه او العينين تنظر بهما وان كان في اليد خاتم وحناء وفي العينين كحل وكثياب الظاهرة من خمار على الرأس وعباء ة تستر الجسم فهذا معفو عنه اذ لا يمكنها ستره (٢٣)

''اس سے مراد وہ زینت ہے کہ جس کا ستر اور چھپانا ناممکن ہو' مثلاً دونوں ہاتھ'

کیونکہ عورتیں کسی چیز کو لیتے وقت یا دیتے وقت ان کو استعمال کرتی ہیں' یا اس سے مراد دونوں آنکھیں ہیں کہ عورت ان سے راستہ دیکھتی ہے۔ ہاتھوں کی زینت سے مراد انگوٹھی اور مہندی ہے اور آنکھوں کی زینت سرمہ ہے۔ اسی طرح ظاہری کپڑے مثلاً سر پر اوڑھی ہوئی چادر اور وہ چادر جو کہ سارے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے' بھی اس میں شامل ہیں' یہ وہ زینت ہے کہ جس کے ظاہر ہونے پر کوئی پکڑ نہیں' کیونکہ اس کو چھپانا ناممکن ہے۔''

۹) اضواء البیان: علامہ شنقیطی ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں مروی دو اقوال کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اظهر القولين المذكورين عندى قول ابن مسعود أن الزينة الظاهرة هى ما لا يستلزم النظر اليها رؤية شىء من بدن المرأة الأجنبية وانما قلنا هذا القول هو الأظهر لانه هو أحوط الاقوال وأبعدها عن أسباب الفتنة وأطهرها لقلوب الرجال والنساء ولا يخفى أن وجه المرأة هو أصل جمالها رؤيته من اعظم أسباب الافتتان بها (٢٤)

''میرے نزدیک اِن دو اقوال میں سے صحیح قول ابن مسعودؓ کا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کی طرف دیکھنے سے اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا لازم نہ آتا ہو۔ ہم اس قول کو اس لیے بہتر قرار دے رہے ہیں کیونکہ یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے' اور اس قول کے اختیار کرنے میں فتنے کے اسباب سے زیادہ دُوری ہے اور اس کو اختیار کرنے میں مردوں اور عورتوں کے دلوں کی طہارت کا سامان ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ عورت کا چہرہ ہی دراصل اس کا اصل اور کُل حسن ہے' اور عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا عورتوں کے فتنے میں مبتلا کرنے والے بڑے اسباب میں سے ایک سبب ہے''۔

۱۰) البحر المحیط: علامہ ابوحیان الاندلسی ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستثنى ما ظهر من الزينة والزينة ما تتزين به المرأة من حلى او كحل او خضاب فما كان ظاهرا منها كالخاتم والفتخة والكحل والخضاب فلا بأس بابدائه للأجانب (٢٥)

''زینت ظاہرہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور زینت سے مراد زیورات' سرمہ اور

مہندی ہیں۔ پس جو زینت ظاہرہ ہو مثلاً انگوٹھی' چھلا' سرمہ اور مہندی وغیرہ' اگر عورت اس کو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

۱۱) معانی القرآن: امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ مثل الكحل والخاتم والخضاب (۲۶)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد سرمہ' انگوٹھی اور مہندی ہے۔''

۱۲) فتح البیان: علامہ قنوجی ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولا يخفى عليك ان ظاهر النظم القرآنی النهی عن ابداء الزينة الا ما ظهر منها كالجلباب والخمار ونحوهما مما فی الكف والقدمين من الحلية ونحوهما (۲۷)

''اور یہ بات آپ پر مخفی نہیں ہے کہ قرآن کا نظم اور ظاہر اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ عورت کو اپنی زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے جو کہ خود بخود ظاہر ہو جائے' مثلاً جلباب یا دوپٹہ وغیرہ۔ اسی طرح وہ زیورات جو کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں پہنتی ہیں وہ بھی زینت ظاہرہ میں داخل ہیں۔''

۱۳) تفسیر المراغی: امام احمد مصطفیٰ المراغی ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ولا يظهرن شيئاً من الزينة للأجانب الا ما لا يمكن اخفاء ه مما جرت العادة بظهوره كالخاتم والكحل والخضاب (۲۸)

''اس سے مراد ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس چیز کے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو اور جو عادتاً ظاہر ہو جائیں' جیسے انگوٹھی اور سرمہ اور مہندی۔''

۱۴) تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن: مولانا ثناء اللہ امرتسری ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ای الثياب الظاهرة التی لا تخفی من النقاب وغيره لقوله تعالىٰ: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ ای يسترن وجوههن وصدورهن بالنقاب وقت الذهاب وليس المراد بما ظهر الوجه واليدان لقوله تعالىٰ: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (۲۹)

''﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ظاہری کپڑے مثلاً نقاب وغیرہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور سینوں کو نقاب سے ڈھانپ لیا کریں۔ اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ ''(اے نبیؐ!) مؤمنوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں۔''

۱۵) <u>تفسیر ابن ابی حاتم</u>: امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں جلیل القدر تابعین مجاہد اور سعید بن جبیر کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ا) عن ابن جبیر فی قول اللّٰہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ یعنی الوجه والکفین فزینة الوجه الکحل وزینة الکفین الخضاب ولا یحل ان یری منها غریب غیر ذلك (۳۰)

''حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ چہرے کی زینت سے مراد سرمہ ہے اور ہاتھوں کی زینت مہندی ہے۔ اور کسی اجنبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کی زینت میں اس کے علاوہ کچھ دیکھے۔''

ب) عن مجاهد ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثیاب والخضاب والخاتم والکحل (۳۱)

''مجاہد سے روایت ہے کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد کپڑے' مہندی' انگوٹھی اور سرمہ ہے۔''

علاوہ ازیں امام نووی الجاوی نے ''مواح لبید'' میں' علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے ''تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس'' میں' مولانا امین احسن اصلاحی نے ''تدبر القرآن'' میں' سید احمد حسن محدث دہلوی نے ''احسن التفاسیر'' میں' مولانا مودودی نے ''تفہیم القرآن'' میں اور مولانا صلاح الدین یوسف صاحب نے ''احسن البیان'' میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔

دوسری جمع:

﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں عورت کا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ بھی داخل ہیں۔ لیکن عورت ان کو قصداً کھلا نہیں رکھتی' بلکہ یا تو کسی حرکت کے تحت ان اعضاء کا کھل جانا مراد ہے یا پھر کسی

ضرورت یا مجبوری کے تحت عورت کا ان اعضاء کو کھولنا مراد ہے۔ یہ جمع درج ذیل مفسرین نے بیان کی ہے:

۱) تفسیر ابن عطیہ: مشہور مفسر ابن عطیہ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویظهرلی بحکم الفاظ الآیة ان المرأة مأمورة بالأتبدی وان تجتهد فی الاخفاء لکل ما هو زینة ویقع الاستثناء فی کل ما غلبها فظهر بحکم ضرورة حرکته فیما لا بدا منها واصلاح شان فما ظهر علی هذا الوجه فهو المعفی عنه (۳۲)

''آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح چھپانے کی کوشش کرے۔ اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آ جائے' مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔''

امام قرطبی نے بھی ابن عطیہ کی اس جمع کو حسن کہا ہے۔

۲) روح المعانی: علامہ آلوسی ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویکون المعنی ان ما ظهر منها من غیر اظهار کان کشفته الریح مثلاً فهن غیر مؤاخذات به فی دار الجزاء وفی حکم ذلك ما لزم اظهاره لنحو تحمل شهادة ومعالجة طبیب (۳۳)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ عورت کے جسم کا کوئی حصہ بغیر اس کا اظہار کیے خود بخود کھل جائے' جیسے ہوا سے کھل جانا' ایسے معاملات میں آخرت میں عورت سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اور اس کے مفہوم میں وہ حصہ بھی شامل ہے کہ جس کا اظہار لازماً ہو جاتا ہو' مثلاً گواہی لینے کے لیے اور ڈاکٹر کے علاج کے لیے (عورت کا اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا)۔''

۳) نظم الدّرر: امام بقاعی ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای کان بحیث یظهر فیشق التحرز فی اخفائه فبدا من غیر قصد کالسوار والخاتم والکحل فانها لا بد لها من مزاولة حاجتها بیدها ومن کشف وجهها فی الشهادة ونحوها (۳۴)

''یعنی وہ چیز ظاہر ہو کہ جس کے چھپانے میں مشقت ہو اور بغیر ارادے کے ظاہر ہو' مثلاً کنگن' انگوٹھی اور سرمہ وغیرہ' کیونکہ عورت کو مختلف اشیاء لینے دینے میں اپنا ہاتھ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح گواہی اور اس قسم کے دوسرے معاملات میں عورت کو اپنا چہرہ بھی کھولنا پڑتا ہے۔''

تیسری جمع :

بعض مفسرین نے سورۃ النور کی آیت ﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ سے مراد ہاتھ اور چہرہ لیا ہے۔ لیکن اس اظہارِ زینت کو اِس صورت میں جائز قرار دیا ہے جبکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔

۱) تفسیر جلالین: صاحب تفسیر جلالین ﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ وھو الوجہ والکفان فیجوز نظرہ لأجنبی ان لم یخف فتنۃ فی احد وجھین والثانی یحرم لانہ مظنّۃ الفتنۃ (۳۵)

''﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ سے مراد ہاتھ اور چہرہ ہے۔ اس لیے ایک اجنبی کے لیے ان کی طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا ڈر نہ ہو۔ یہ تو ایک تفسیر ہے' دوسری تفسیر کے مطابق عورت کے ان اعضاء کی طرف دیکھنا حرام ہے' کیونکہ عورت کے یہ اعضاء فتنے کا محل ہیں۔''

۲) التفسیر المنیر: ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والراجح فقھاوشرعا ان الوجہ والکفین لیسا بعورۃ اذا لم تحصل الفتنۃ فان خیفت الفتنۃ وحصلت المضایقۃ وکثر الفساق وجب ستر الوجہ (۳۶)

''فقہ و شریعت کے اعتبار سے راجح قول یہی ہے کہ فتنے کی عدم موجودگی میں ہاتھ اور چہرہ ستر میں داخل نہیں ہیں' لیکن اگر فتنے کا اندیشہ ہو اور عورتوں کو تنگ کیا جائے اور فُساق کی کثرت ہو جائے تو ایسے حالات میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔''

۳) البحر المدید: ابن عجیبہ الحسنی ﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ الا ما جرت العادۃ اظھارھا وھو الوجہ والکفان الا لخوف الفتنۃ (۳۷)

''﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ سے مراد وہ کچھ ہے جس کا عورت کی طرف سے عادتاً اظہار

ہوتا ہو اور یہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔''

پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے بھی ''ضیاء القرآن'' میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔ علمائے احناف بھی اسی جمع کو اختیار کرتے ہوئے عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

چوتھی جمع :

بعض مفسرین نے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عورت کے ستر اور حجاب میں فرق ہے۔ ستر عورت کا وہ پردہ ہے جو کہ وہ گھر میں اختیار کرے گی اور یہ پردہ سورۃ النور میں بیان ہوا ہے' جبکہ حجاب عورت کا گھر سے باہر کا پردہ ہے اور حجاب کا بیان سورۃ الاحزاب میں ہے۔

۱) ترجمان القرآن: مولانا ابوالکلام آزاد ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''علماء نے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں فقہی موشگافیاں بھی کی ہیں اور لکھا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں' لہٰذا ان کا کھلا رکھنا جائز ہے۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ زیر بحث آیت میں ستر کا بیان ہے حجاب کا نہیں ہے اور حجاب ستر سے زائد ایک چیز ہے جو غیر محرم مردوں اور عورتوں کے درمیان حائل کر دیا گیا' لہٰذا دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔''(۳۸)

۲) تذکیر القرآن: علامہ وحید الدین خان ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''خواتین کے سلسلے میں احکام دو پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک وہ جن کا عنوان ستر ہے اور دوسرے وہ جن کا عنوان حجاب ہے۔ ستر کا تعلق جسم کے پردے سے ہے' یعنی عورت خواہ گھر کے اندر ہو یا گھر سے باہر' اس کے لیے اپنے بدن کا کون سا حصہ کس کے سامنے اور کن حالات میں کھلا رکھنا اور کب کھلا رکھنا جائز ہے۔ حجاب کا تعلق باہر کے پردے سے ہے' یعنی اس مسئلے سے شریعت نے عورت کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان آیات میں بنیادی طور پر ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ حجاب کا مسئلہ آگے سورۃ الاحزاب میں ہے''۔(۳۹)

مولانا مودودی نے بھی ''تفہیم القرآن'' میں اس جمع کو بیان کیا ہے۔

پانچویں جمع :

بعض مفسرین نے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد تو ہاتھ اور

چہرہ ہی ہے' لیکن اس زینت کو ایک عورت صرف اپنے ان محارم کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے جن کا ذکر آگے آیت میں ہو رہا ہے' اجنبی افراد کے سامنے نہیں۔

۳) معارف القرآن: مولانا ادریس کاندھلوی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''زینت کے معنی آرائش اور زیبائش کے ہیں خواہ خلقی اور قدرتی ہو' جیسے چہرہ اور دونوں ہاتھ اور ہتھیلیاں' یا مصنوعی اور اختیاری ہو' جیسے پوشاک اور زیور' یہ سب چیزیں زینت ظاہرہ یعنی ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں داخل ہیں جن کا اظہار سوائے محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں' جن کا ذکر آئندہ آیت میں آنے والا ہے۔''(۴۰)

چھٹی جمع :

چھٹی جمع وہ ہے جو کہ غامدی صاحب نے پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ سورۃ الاحزاب میں نازل شدہ حکمِ جلباب کو ایک وقتی اور تدبیری حکم مانا جائے۔ پروفیسر خورشید عالم صاحب نے بھی غامدی صاحب کی اس جمع کو اختیار کیا ہے۔ اس جمع کی بنیاد وہ ''کہانی'' ہے جس کو غامدی صاحب نے قانونِ معاشرت سے متعلقہ اپنے لیکچرز میں بیان کیا ہے' جس کا جواب ہم صفحات گزشتہ میں دے چکے ہیں۔

حواشی

١) ماہنامہ اشراق' مئی ۱۹۹۲ء' ص ۶۰۔
٢) چہرے کا پردہ' مرتبہ انجینئر نوید احمد' ص ٦٧' انجمن خدام القرآن' سندھ۔
٣) المستدرك على الصحيحين' امام حاکم' جلد ١' ص ٤٥٤۔
٤) موطا امام مالك' امام مالك' کتاب الحج' باب وانما یعمل الرجل مادام حیا۔
٥) تدبر قرآن' امین احسن اصلاحی' جلد ٦' ص ٢٧٠' فاران فاؤنڈیشن' لاھور۔
٦) الرد المفحم' علامه البانی' ص ٢٨۔
٧) الرد المفحم' علامه البانی' ص ٢٩۔
٨) تیسیر المصطلح الحدیث' ڈاکٹر محمود الطحان' ص ١١١'١١٢۔
٩) تیسیر المصطلح الحدیث' ڈاکٹر محمود الطحان' ص ١٨٧۔
١٠) الرد المفحم' علامه البانی' ص ٢٩۔
١١) الرد المفحم' علامه البانی' ص ٢٦۔
١٢) تفسیر طبری' امام طبری' سورة الاحزاب : ٥٩۔
١٣) تفسیر طبری' امام طبری' سورة الاحزاب : ٥٩۔
١٤) تفسیر کشاف' امام زمخشری' الاحزاب: ٥٩۔

۱۵) تفسیر طبری' امام طبری' سورۃ الاحزاب:۵۹۔
۱۶) المستدرک علی الصحیحین' امام حاکم' جلد۲' ص ۳۹۷۔
۱۷) تفسیر بیضاوی' امام بیضاوی' جلد۴' ص ۹۸' مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی۔
۱۸) زاد المسیر' علامہ ابن جوزی' جلد۶' ص ۳۲'۳۱۔
۱۹) روائع البیان فی احکام القرآن' علامہ صابونی' جلد۲' ص ۱۵۶۔
۲۰) مختصر تفسیر ابن کثیر' علامہ ابن کثیر' جلد۲' ص ۶۰۰' دار القرآن الکریم' بیروت۔
۲۱) التفسیر المظہری' قاضی ثناء اللہ پانی پتی' جلد۶' ص ۴۹۵'۴۹۶' بلوچستان بک ڈپو' کوئٹہ۔
۲۲)تفسیر سعدی' علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی' جلد۵' ص ۴۱۰' الریاض۔
۲۳) شیخ ابوبکر الجزائری' ص ۲۳۴' جدہ' سعودی عرب۔
۲۴) اضواء البیان' علامہ شنقیطی' جلد۶' ص ۲۰۰۔
۲۵) البحر المحیط' علامہ ابوحیان الاندلسی' جلد۶' ص ۴۴۷۔
۲۶) معانی القرآن' ابوزکریا الفراء' جلد۲' ص ۲۴۹ ' دار السرور۔
۲۷)فتح البیان' علامہ نواب صدیق الحسن قنوجی' جلد۹' ص ۲۰۵۔
۲۸) تفسیر المراغی' امام احمد مصطفیٰ المراغی' جلد۱۶' ص ۹۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت۔
۲۹) تفسیر القرآن لکلام الرحمن' مولانا ثناء اللہ امرتسری' ص ۴۶۷' دارالسلام ریاض۔
۳۰) تفسیر ابن ابی حاتم' ابن ابی حاتم الرازی' جلد۳' ص ۲۵۷۵۔
۳۱) تفسیر ابن ابی حاتم' ابن ابی حاتم الرازی' جلد۳' ص ۲۵۷۵۔
۳۲) المحرر الوجیز' ابن عطیہ الاندلسی' جلد۱۰' ص ۴۸۸' ۴۸۹۔
۳۳) روح المعانی' علامہ آلوسی' جلد۱۸' ص ۱۴۱۔
۳۴) نظم الدرر' امام بقاعی' جلد۱۳' ص ۲۵۹۔
۳۵) تفسیر جلالین' امام جلال الدین سیوطی' امام جلال الدین محلی' ص ۳۵۴' تاج کمپنی لمیٹڈ۔
۳۶) التفسیر المنیر' الدکتور وھبہ الزحیلی' جلد۱۸' ص ۲۱۷' دارالفکر دمشق۔
۳۷) البحر المدید' ابن عجیبہ الحسنی' جلد۵' ص ۶۹' دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔
۳۸) ترجمان القرآن' مولانا ابوالکلام آزاد' جلد۳' ص ۲۰'اسلامی اکادمی لاہور۔
۳۹) تذکیر القرآن' علامہ وحید الدین خان' جلد۲' ص ۱۹۲' فضلی سنز کراچی۔
۴۰) معارف القرآن' مولانا ادریس کاندھلوی' جلد۵' ص ۱۱۸' مکتبہ عثمانیہ' جامعہ اشرفیہ لاہور۔